انصاف سب کے لئے

قصورواروں کو کیفرِ کردار تک پہنچاؤ - احتسابی عمل کو یقینی بناؤ

قومی تحریک برائے فرقہ وانہ اور منظّم فسادروک تھام (پریونش آف کمیونل اینڈ ٹارگٹیڈ وائلنس) بل ۲۰۱۱ء کو پارلیمنٹ میں پیش کئے جانے کے لئے۔

حمایت کردہ: ☆جسٹس پی۔بی۔ساونت (ریٹائرڈ) سپریم کورٹ آف انڈیا☆جسٹس ہوسبیٹ سریش (ریٹائرڈ) بمبئی ہائی کورٹ☆جسٹس ایس۔ایچ۔اے رضا (ریٹائرڈ) لکھنو بنچ، الہٰ آباد ہائی کورٹ اینڈ لوک آیُکت، اترا کھنڈ☆جسٹس مایکل سلڈانہ (ریٹائرڈ) کرناٹک ہائی کورٹ☆جسٹس فخرالدین (ریٹائرڈ) ایم۔پی اینڈ چھتیس گڑھ ہائی کورٹ☆جسٹس بی۔جی۔کولسے پاٹل (مستعفی) بمبئی ہائی کورٹ

قانون کی نظر میں مساوات اور سب کے ساتھ یکساں سلوک جمہوریۂ ہند کے اہم اصولوں میں سے ہے۔اس کے باوجود دستور ہند میں موجود ان مسلمہ اصولوں اور زمینی حقائق کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل ہے۔

ملک بھر میں منظّم فرقہ وارانہ فسادات کی تاریخ پرانی ہے۔خصوصاً پچھلی تین دہاہیوں کے دوران ریاستی حکومت کے تعاون اور مجرمانہ خاموشی سے انجام دئے گئے منصوبہ بند فسادات کی ایک لمبی فہرست ہے۔مثلاً نیلی، آسام ۱۹۸۳ء، دہلی ۱۹۸۴ء، کشمیر ۱۹۸۹ء، بھاگلپور ۱۹۸۹، ممبئی ۹۳-۱۹۹۲ء، گجرات ۲۰۰۲ء اور کندھمال، اڑیسہ ۲۰۰۸ء کے فسادات اس بات کو آشکارہ کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مذہبی اقلیتوں (مسلم، سکھ، عیسائی اور کشمیری پنڈت) کو مسلسل دستور میں حاصل ضمانتوں سے محروم رکھا گیا ہے۔کرناٹک میں تمل اور مہاراشٹر میں بہاری لسانی اعتبار سے اقلیت ہیں اور اسی بنیاد پر تشدد کا اکثر نشانہ بنتے ہیں، اس کے علاوہ دلت اور پسماندہ طبقوں کا تشدد کا شکار ہونا ایک عام بات ہے۔ایسے ہی ۲۰۰۶ء کے مہاراشٹر میں ہوئے کھرلانجی دلت قتل عام یا پھر ۱۹۹۸ء کے رامابائی نگر دلت مخالف پولس فائرنگ جیسے واقعات قابل غور ہیں۔

چنانچہ اس طرح کے منظّم حملوں کے بعد جب قانون کی بالادستی اور ذمہ داری کو نبھانے کی بات آتی ہے تو مقامی انتظامیہ کو مجرمانہ غفلت برتنے، انصاف نہ کرنے اور مجرموں کو سزا نہ دینے کے سلسلے میں خطاوار پایا گیا ہے۔اگرچہ جمہوریت میں اختیارات اور طاقت کو ذمے داری کے ساتھ رکھا گیا ہے اس کے باوجود متعدد حکومتیں قانون میں خرد برد کے خطرناک جرائم کا مرتکب گردانی جا چکی ہیں۔

پندرہ سال پہلے اس وقت کے ایک سینیر آئی پی ایس افسر نے ایک سنسنی خیز بیان دیا تھا کہ **''ریاستی حکومت کی منشا کے بغیر کوئی فساد ۲۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں چل سکتا''**۔اس وقت سے اب تک اس بیان کی تصدیق بہت سارے پولس افسران اور سیاسی لیڈران کر چکے ہیں۔

اس کا مطلب واضح ہے کہ اگر پولس اور انتظامیہ کو تشدد کے کنٹرول کرنے، جان اور جائیداد کی تباہی سے بچانے میں ناکامی کے سلسلے میں براہ راست ذمہ دار ٹھہرایا جائے، تو اس طریقہ کے پر تشدد حملے بار بار وقوع پزیر نہیں ہونگے۔اگر قانون ان مجرموں پر مقدمہ چلانے کو آسان بنادے تو تشدد کو بڑھاوادے کر سیاسی منافع حاصل کرنے کے واقعات میں بھی کمی واقع ہوگی۔اگر نقصان کے برابر مناسب معاوضے کی ادائیگی کو ایک متعین مدت کے اندر لازم کر دیا جائے تو مستقبل میں ان دنگائیوں کے منصوبے کا سدباب ممکن ہے۔اگر پولس والے اپنے فرائض سے چشم پوشی کرتے ہیں یا پھر کسی طرح فساد میں ملوث پائے جاتے ہیں تو اس کیلئے اگر سینئر افسران اور انتظامیہ، کو ذمہ دار گردانا جائے، تو پھر پولس افسران یا ان کے ماتحت افسران فسادات میں کبھی ملوث ہونے کی جرأت نہیں کریں گے۔

آج کے منظّم فرقہ وارانہ فسادات میں عورتیں اور بچے سب سے زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ہزاروں لوگوں کو بے گھر کر کے ان سے خوشحالی اور عزت کے ساتھ جینے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔المیہ یہ ہے کہ اس طرح کے تشدد کا شکار عموماً وہ شہری بنتے ہیں جو انفرادی طور پر کمزور اور سماجی طور پر مجبور ہیں وہ اپنے مذہبی یا لسانی تشخص کی بنیاد پر حملوں کے شکار ہوتے ہیں۔ستم بالائے ستم یہ ہے کہ حکومتی ادارے دستوری ضمانت اور قانون کی پاسداری کو یقینی بنانے کے بجائے دنگائیوں کی پشت پناہی کرتے ہیں اس کے نتیجے میں ایک بڑا طبقہ مسلسل امتیازی سلوک کا شکار ہے۔

کسی پھلتے پھولتے جمہوریت کے لئے انصاف ایک مضبوط ستون کے مانند ہے، بدگمانی اور چھوت چھات کی وباء کے خاتمے میں انصاف کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔رٹائرڈ جج صاحبان، اعلیٰ حکام اور سینئر پولس افسران نے بار بار آگاہ کیا ہے کہ ''حکومتی نظام کا کسی خاص طبقے کی جان و مال کی حفاظت سے قاصر رہنا اس طبقے میں تشدد کو جنم دیتا ہے''۔ضرورت ہے ایسے قانون کی جو حکومتی اہل کاروں کو قانون کے موافق عمل کرنے پر مجبور کرے، اور فوری طور پر متاثرین کی بازآبادکاری کو یقینی بنانے کے ساتھ مجرموں کو اپنے انجام تک پہنچائے۔

لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ Prevention of Communul and Targeted Violence 2011 بل کو پارلیمنٹ میں فوری طور پر پیش کیا جائے۔

اس طرح کا قانون دستور ہند کی دفعہ ۱۴ کو حیات نو عطا کرے گا جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ ''حکومت پر ملک میں ہر شخص کو قانونی اعتبار سے دئے گئے مساوی حقوق اور تحفظ کی پاسداری لازم ہے''۔نیز اس طرح کا قانون دفعہ ۱۵ شق ا کو بھی تقویت فراہم کریگا جس کے روسے ''حکومتیں مذہب، نسل، ذات، جنس، جائے پیدائش یا ان میں سے کسی ایک کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتے گی''۔

مجوزہ قانون کی اہم خصوصیات:

۱۔ مجوزہ نیا قانون ہندوستان کے ہر صوبے میں مذہبی اور لسانی اقلیتوں نیز شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کو منظّم اور منصوبہ بند فرقہ وارانہ تشدد سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کشمیری پنڈتوں کو جموں کشمیر میں، بہاروالوں کو مہاراشٹر میں، تامل ناڈو والوں کو کرناٹک میں نیز مسلمانوں، عیسائیوں، دلتوں اور قبائلیوں کو ہندوستان کے دیگر علاقوں میں تحفظ فراہم کرتا ہے۔

۲۔ مجوزہ قانون جرائم کی کچھ نئی شکلوں کی وضاحت کرتا ہے، مثلاً ٹارچر، جنسی حملہ (تعریف میں وسعت کے ساتھ)، نفرت آمیز پروپیگنڈہ، منصوبہ بند فرقہ وارانہ تشدد، فرائض کے تیئں کوتاہی وغیرہ۔ نیز مجوزہ قانون کی وسعت نفرت آمیز تقریر و تحریر کو بھی شامل ہے جس کو پہلے ہی IPC قانون کی دفعہ 153A کے ضمن میں قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ ہندوستانی قانون کی تاریخ میں پہلی دفعہ **'فرائض منصبی میں کوتاہی'** کو اس بل میں شامل کرنے کے لئے اس کی از سر نو تعریف کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے کہ سرکاری افسران و لیڈران اور اعلیٰ پولس افسران کے ماتحت علاقوں میں یا ماتحت افسروں کے ذریعہ ہونے والی واردات کے لئے انہیں جوابدہ اور ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ جہاں کہیں یہ دیکھا جائے کہ بڑے پیمانے پر اور منصوبہ بند انداز میں مسلسل غیر قانونی کام کیے جا رہے ہیں تو سرکاری افسران کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا جائے کہ وہ فرقہ وارانہ اور منظّم تشدد کو روکنے میں ناکام رہے۔ اور فرض منصبی میں کوتاہی کے جرم میں انھیں مجرم قرار دیا جائیگا۔ بالفاظ دیگر اعلیٰ افسران اور انتظامیہ کے افراد کو تشدد کے پھیلنے سے روکنے میں ناکامی کی وجہ سے مجرم قرار دیا جائے گا۔

۴۔ کسی آفیسر کے خلاف فریضے میں کوتاہی کے مقدمات میں، حکومت کی منظوری قانونی آڑ نہیں بن سکتی۔ اگر کوئی صوبائی حکومت تین مہینے تک منظوری نہ دے تو مجوزہ قانون کی رو سے اس کو قانوناً منظور سمجھا جائیگا۔ سرکاری کارندہ کی طرف سے کیے جانے والے جرائم کے مقدمات میں سرکار کی منظوری یا غیر منظوری سے کچھ لینا دینا نہیں ہوگا۔

۵۔ مجوزہ قانون معاوضے اور تعاون کے لئے ایک اعلیٰ معیار کی کارروائی کی تجویز پیش کرتا ہے تاکہ اس کارروائی کے ذریعے متاثرین کے وقار کو یقینی بنایا جا سکے، اور یہ حکومت کی مرضی پر موقوف نہیں رہے گا بلکہ حکومت پر قانوناً یہ لازم ہوگا کہ وہ مکمل رقم ایک مہینے کے اندر اندر ادا کر دے۔ موت کے لئے کم از کم ۱۵/لاکھ، زنا بالجبر کے لئے ۵/لاکھ، سنگین چوٹ کے لئے ۲/لاکھ، ذہنی طور پر پریشان کئے جانے اور دباؤ کے لئے ۳/لاکھ کی رقم رکھی گئی ہے۔ اور غیر منقولہ جائداد، گھروں اور دوکانوں کی تخریب کے معاوضے افراط زر کو ملحوظ رکھ کر طے ہوں گے۔ تاوان کے کچھ اور مواقع بھی ہیں جیسے زبردستی بے گھر کر دینا، رہائشی جگہوں پر غاصبانہ قبضے، تجارت اور دیگر مواقع کے نقصانات وغیرہ۔

۶۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور انصاف و معاوضہ کے رقم کی ادیگی کیلئے ایک قومی اتھارٹی کی تشکیل کی تجویز پیش کی گئی ہے تاکہ وہ نئے قانون کو نافذ کرنے کا کام کر سکے اس جیسی اتھارٹی کی تشکیل ریاستی سطح پر بھی ہونی چاہئے۔ قومی اتھارٹی ریاستی گورنمنٹ کو قانون کے نفاذ پر مجبور نہیں کر سکتی کیونکہ قانون کے نفاذ میں وہ خود مختار ہے، لیکن اس میں دی گئی ہدایات کو لے کر وہ عدالت کا رخ کر سکتی ہے۔ اس طرح کی اتھارٹی کو تشکیل دینے والے سات ممبران میں سے ۴/اقلیتی طبقات سے ہوں گے، ایک عورت ہوگی، ایک دلت اور ایک قبائلی گروپ سے ہوگا۔

۱۹۸۳ء کے نیلی، آسام قتل عام میں بچ جانے والے مسلمان اب تک انصاف کی ایک کرن بھی نہ پا سکے ہیں۔ ۱۹۸۴ء کے قتل عام میں جانبر ہونے والے سکھ، طاقتور مجرمین کی سزا کے مطالبے کو لے کر اب تک چکر کاٹ رہے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں وادی کشمیر میں فساد کے شکار کشمیری پنڈتوں کو نہ تو کوئی انصاف ملا ہے اور نہ ہی کوئی معاوضہ، مدھیہ پردیش، اتر پردیش، اڑیسہ اور گجرات کے عیسائیوں کو بھی اسی طرح نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ دلت اور آدیواسی جو کہ روزانہ منصوبہ بند قتل کے شکار ہوتے ہیں انصاف اور معاوضے کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ یہی کہانی ممبئی کے ۹۲-۱۹۹۳ء تشدد میں اور ۱۹۸۷ء کے ہاشم پورہ قتل عام میں زندہ رہ جانے والے مسلمانوں کی ہے، مہارشٹر میں بہار اور جنوبی ہند کے باشندوں پر ہونے والے حملے ناقابل سزا جرم بن کر رہ گئے ہیں۔ ان تمام معاملات میں معاوضوں کا معیار بھی بین الاقوامی معیار سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

جمہوری قوتیں، جن کی بنیاد سیاسی اور انتخابی نمائندگی پر ہوتی ہے، سے امید کی جاتی ہے کہ وہ سماج کے مختلف حصوں کی آواز کی عکاس ہو لیکن عموماً اہمیت صرف اکثریت کو ہی دیجاتی ہے۔ اعلیٰ قدروں پر قائم جمہوریت اس بات سے واقف ہوتی ہے کہ تمام اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے اسے خاص قانون وضع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ جمہوری نظامِ حکومت اکثریت کے لئے استحصال کا ایک آلہ کار بن کر رہ جائے گا اور انارکی ظلم و بربریت کا بازار گرم ہو جائے گا۔ ان کمیوں کی اصلاح کے لئے ہی مجوزہ قانون کو لایا جا رہا ہے۔ یہ قانون اس بات کی وضاحت کرنے کے لئے ہے کہ مساوات کی دستوری ضمانت ہر شخص کو یکساں طور پر حاصل ہے اور اس میں کسی کی امتیازی حیثیت نہیں ہے۔

جمہوریت کے یہ وہ عظیم الشان اصول ہیں جنہیں اکثریت کی رعایت میں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ گذشتہ ۶/دہائیوں کی ناانصافیوں کو دیکھتے ہوئے کیا ہم اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ روز بروز مظلومیت کے بوجھ تلے دبی قوموں کو اس طرح کی ایک مضبوط قانون کی سخت ضرورت نہیں ہے؟

تشدد سے دور رہو-امن و انصاف کا ساتھ دو

ایڈہاک کمیٹی برائے جسٹس فار آل: تیستا سیتلواڈ (کنوینر)، امرجیت سنگھ نارنگ، اسلم غازی، مولانا برہان الدین قاسمی، مولانا محمود دریابادی، ڈولفی ڈی سوزا، فرید شیخ، ہارون موزہ والا، جاوید آنند، کیول یوکے، کوشِک سنگھاوی، سمیدھ جادو، یوسف موچھالا۔

Address: c/o Sabrang, Nirant, Juhu Tara Road, Mumbai 400049; Telephone: 91-022 26602288/26603927;

Email: teestateesta@gmail.com